عصر حاضر کی تربیت میں تعلیم کا کلیدی کردار تحقیقی جائزہ

The Key Role of Education in Contemporary Education A Research Review

DR. QARIA NASREEN AKHTAR

Assistant Professor, Institute of Islamic Studies
Bahauddin Zakariya University, Multan.

Email : drqarianasreenakhtar@gmail.com

To cite this article:

1. Dr.Qaria Nasreen Akhtar , July – Dec Vol.5 Issue .2 (2024) Urdu *Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research*, 5(2)50 -62 Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

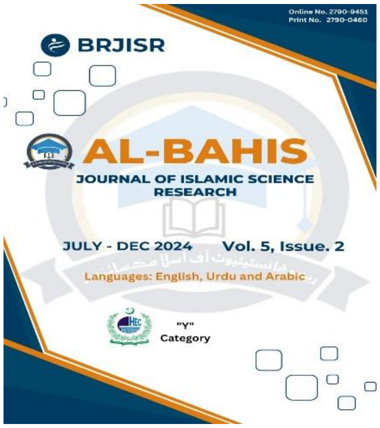

Online No. 2790-9451
Print No. 2790-0460
BRJISR
AL-BAHIS
JOURNAL OF ISLAMIC SCIENCE RESEARCH
JULY - DEC 2024 Vol. 5, Issue. 2
Languages: English, Urdu and Arabic
"Y" Category

عصر حاضر کی تربیت میں تعلیم کا کلیدی کردار تحقیقی جائزہ

The Key Role of Education in Contemporary Education A Research Review

Abstract

Education and training of individuals is fundamental in the construction and formation of any society. Since man is the best of creatures and has an effective role in establishing good and evil on earth, special emphasis has been placed on the education and training of individuals in the Qur'an and Sunnah. The teaching of the book, wisdom and self-purification are the work of the prophets and the source of prophet hood, and these principles have been given by Allah to the prophets so that they can convey the guidance of Allah to the people so that people will believe and live their individual and collective lives according to the commandments of Allah. Live according to the teachings. Islam has set the rules and regulations for the guidance and guidance of every class of society. The education and training system is the basis for the development of any country and nation. Improvement in human personality comes only through education and training. This is the reason why the teachings and methods of passing through different stages for the education and training of the human race are found in religions and civilizations. Because there are two types of groups in this world, one group considers man as free and independent to live his life as he wants. While the other group believes that the universe was created by one Allah. So we have to live according to His will. The basis of which is the belief in monotheism, hereafter and prophethood. As if the field of research should be kept open for educational quality and effective training. Because the work of building society cannot be done with the fixed curriculum and traditional way of training. Rather, we want such a style of training that meets the requirements of the present age and is also connected with the basic values of the Qur'an and Sunnah. Peace and order and disorder in this world depend on the actions of human beings. The role has been discussed and the reasons for the lack of training in the present age and their solutions have also been presented by making the Islamic style of training the center.

Key words: Education and training, construction, construction society

تعارف

اسلام دین فطرت کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس لیے اس نے ہر دور میں انسان کی مدد کی ہے۔ انسان کی ذاتی زندگی ہو یا معاشرتی طور پر اجتماعی مسائل و معاملات ہوں اس سلسلے میں اسلام کی ہدایات بالکل نمایاں ہیں۔ کسی بھی ملت و قوم کی ترقی کا انحصار تعلیم و تربیت کے نظام پر ہوتا ہے۔ انسانی شخصیت میں نکھار تعلیم و تربیت سے ہی آتا ہے۔ قرآن و سنت ہماری راہنمائی کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفس کار انبیاء اور منہاج نبوت ہیں اور یہ اصول اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو عطا فرمائے کہ ان کے ذریعہ سے وہ عوام الناس تک اللہ کی ہدایت پہنچائیں تاکہ لوگ ایمان لے آئیں اور اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام و تعلیمات کے مطابق بسر کریں کیونکہ اس دنیا میں دو قسم کے گروہ ہیں ایک گروہ انسان کو آزاد و خود مختیار سمجھتا ہے کہ جس طرح چاہے زندگی گزارے۔ جبکہ دوسرا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ کائنات کو ایک اللہ نے پیدا کیا۔ لہٰذا ہمیں اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ جس کی بنیاد عقیدہ توحید، آخرت اور رسالت ہے۔[1] خود نبی اکرم ﷺ کی رب کریم نے تربیت فرمائی جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ادبنی ربی فاحسن تادیبی.[2] ”میرے رب نے میری بڑی اچھی تربیت کی“۔ اس طرح معیاری تعلیم اور پر اثر نصاب کے ذریعے تربیت کو اعلیٰ اقدار کے خطوط پر استوار کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا پہلی کوشش معیار تعلیم پھر اعلیٰ اقدار کی حامل تربیت ہو۔ قرآن و حدیث میں تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی ذکر ہے۔ قرآنی آیت: هُوَالَّذِىۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍۙ[3] ”اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو ان ہی میں سے تھا کہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے، ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اگرچہ یہ لوگ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے“۔ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: " مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ "[4] ”حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! کسی باپ کا بیٹے کے لیے سب سے بہترین تحفہ اس کی اچھی تربیت ہے“۔ گویا تعلیمی معیار اور پر اثر تربیت کے لئے تحقیق کا میدان کھلا رکھنا چاہیے۔ کیونکہ لگے بندھے نصاب و روایتی انداز تربیت سے تعمیر معاشرت کا کام نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ اندازِ تربیت چاہیئے جو موجودہ دور کے مطالبے کو پورا کرے اور قرآن و سنت کی بنیادی اقدار سے بھی جڑا ہو۔ کائنات میں جو بھی جاندار چیز پیدا ہوتی ہے تو اسے دنیا میں اپنی بقا کے لیے مناسب تربیت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ معاشرے کا اچھا انسان بن سکے۔ تربیتی مباحث میں انسانی تربیت کے معنی اور مفہوم سے مراد انسانی صلاحیتوں کی نشو و نما ہے، یعنی کسی انسان کی صلاحیت کو نشو و نما فراہم کرنے کے لیے قواعد و ضوابط پر دلائل دینا ہے۔

تربیت کے معنی و مفہوم

تربیت کا مادہ رب ہے۔ رب کا مفہوم ہے آقا اور معلم، رب کا معنی پرورش کرنے والا ہے۔ تربیت کے لغوی معنی پرورش کرنے کے ہیں۔ امام راغب تربیت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ فی الاصل التربیۃ: وھو انشائ الشئ حالا فحالا الی حد التمام۔[5] ”کسی شئے کو ایک ساتھ مختلف حالات اور ضروریات کے مطابق اس طرح تیار کرنا کہ اس کا کمال حد تک پہنچ جائے“۔ اجتماعی عمل میں تعلیم و تربیت کا کردار ایسا ہے جیسے معاشرہ نئی نسلوں کو اسلامی تصور زندگی

---

[1] البرھان، لاہور، دسمبر ۲۰۱۵ء، ص۷، ۶

Al-Burhan , Lahore , Dec 2015 , Pg 7,8

[2] ابن ہشام، سیرت نبویہ، مصر: مصطفی البابی الحلبی، ۱۹۳۷، ص۲۰۷

Ibne Hisham , Seerat Nabwaya , Egypt , Mustafa Al-babi Alhulbily 1937 , Pg 207

[3] القرآن 2 : 62

2 : 62Al-Quran

[4] ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، باب ماجاء فی ادب ولد، لاہور: اسلامی کتب خانہ اردو بازار، حدیث ۱۹۵۲

Tirmizi , Abu Esa , Muhammad Bin Esa,bab Maja fee adab walad,Lahore, Islami Kutab Khana Urdu ,Hadith 1952

[5] اصفہانی، راغب، امام، مفردات القرآن، ص۱۸۴

Asfahani Raghib Imam , Muferdat , Al-Quran , Pg 184

سکھاتا ہے۔ وہ ان کے ذہنوں میں اسلامی عقائد اور اقدار قائم کرتا ہے، انہیں اسلامی افکار کی روشنی میں زندگی کے آداب واخلاق سکھاتا ہے۔[6] تربیت کا عام طور پر مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ تربیت انسانی زندگی کے مختلف زمانے کے اثرات کا نام ہے۔ جو انسانی جسم، عقل اور تخلیق پر قائم ہیں، خواہ وہ خود سے ہیں یا جان بوجھ کر۔[7] ''تربیت سے مراد تزکیہ اخلاق وآداب وروش وعمل ہے''۔[8] قرآن مجید میں بھی لفظ رب تربیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا۔[9] ''پروردگار اُن دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کہ انہوں نے بچپنے میں مجھے پالا ہے''۔

تربیت کے لغوی معنی زیادہ بڑھنا اور پرورش کرنا کے ہیں۔ پس اصل تربیت رب کی ہے۔ جس کا مطلب کسی چیز کو ترقی دینا، ایک حالت سے دوسرے حالت میں بدل کر پورا کرنا۔ اسی لیے عربی میں تربیت کے بارے کہا جاتا ہے۔ ربہ، رباہ ربیۃ اس نے پالا[10]۔ تربیت کے معنی پرورش کرنا، تعلیم دینا، اخلاق وتہذیب کے ہیں۔[11]

لفظ ''تعلیم وتربیت'' ایک ہی موضوع ہے۔ تعلیم سے مراد کسی چیز کا سیکھنا اور جب وہ علم کو اپنے عمل میں لاتا ہے وہ اس کی تربیت کا حصہ ہوتی ہے۔ یہ موضوع بھی اسلامی تعلیم وتربیت کے حوالے سے اختیار کیا گیا ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کو رب تعالیٰ نے دوسرے فضائل کے ساتھ علم اور حکمت سے نوازا تھا۔ آپ کو مختلف زبانوں کا علم بھی دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ لوگوں سے برتاؤ کرنے کا فن بھی، الرحیق المختوم میں مختلف احادیث کی کتب سے جو نقشہ آپ ﷺ کا دیا گیا ہے۔ وہ مختصر طور پر یہ ہے۔ ''نبی ﷺ فصاحت وبلاغت میں ممتاز تھے۔ اس کے ساتھ جوامع الکلم سے نوازے گئے تھے۔ آپ ﷺ کو نادر حکمت اور تمام عرب زبانوں کا علم عطا کیا گیا تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ میں بدویوں کا زور بیان اور شہریوں کی شستگی الفاظ جمع تھی۔ وحی پر مشتمل تائید الٰہی کے ساتھ ساتھ تحمل، استقامت اور درگزر کرنے والی فطرت اور سختیوں میں صبر و تحمل ایسی خصوصیات تھیں جن سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تربیت فرمائی تھی۔ جس قدر دشمنوں کی ایذارسانی بڑھتی چلی گئی، آپ ﷺ کے صبر وحلم میں اسی قدر اضافہ ہوتا گیا۔[12]

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت اس انداز میں کی کہ عرب کے گلہ بان قیامت تک آنے والوں سے زیادہ سعادت مند ہو گئے۔ انہوں نے علم کے ساتھ عملی تربیت بھی حاصل کی۔ کیونکہ تربیت کی بنیاد علم ہے اور علم ہی تبدیلی کا ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں کہیں علم کی فضیلت بیان ہوئی اور کہیں علم وعمل دونوں کی۔

---

[6] محمد سلیم، ہندوپاک میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ادارہ تعلیمی تحقیق لاہور، ص ۳۰
Muhammad Saleem , Hindu Pak me Muslmano ka Nizam Taleem o Taribiat , Pg 30

[7] جمعہ، احمد خلیل ، بچوں کی تربیت قرآن و حدیث کی روشنی میں، مترجم عبدالقیوم، شریعت بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، ص۳۴۹
Juma , Ahmed Khalil,bachon ki tarbiyat Quran o Hadith ki roshni me , Pg 349

[8] نورالحسن، نیر، نوراللغات، جلد اول، ص۱۰۳۰
Noor ul Hassan , nez , Noor ul Lughat , Vol.1 Pg 1030

[9] القرآن17 : 24
Al-Quran 24 : 17

[10] اصفہانی، راغب ،امام، مفردات القرآن، ناشر اسلامی اکیڈمی لاہور، ص۱۸۴
Asfhani Ragib Imam , Muferdat Ul Quran , Nashir Islami Academy Lahore Pg 184

[11] نیر، نور الحسن ، نوراللغات، نازر جنرل پبلیشنگ ہاؤس کراچی، ج۱، ص۱۰۳۰
Neyar Noor Ul Hassan, Noor ul Lughat , Karachi , Pg 1030

[12] صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، لاہور: المکتبہ سلفیہ، ص۶۴۸
Sufi Ur Rehman Mubarak pori, Al –Raheeq ul Makhtoom Lahore , Pg 648

تعلیم وتربیت کی اہمیت

انسان اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہزاروں کوششیں کرتا ہے۔ مسلمان ہونے کے ساتھ ایک ذمہ داری اس کی یہ بھی ہے کہ ان حصول کے لیے اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھے۔ اپنے آپ کو اسلامی اخلاق کا عادی بنائے اور کوشش کرے کہ یہ اخلاق وعادات رفتہ رفتہ اس کی زندگی کا حصہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ-[13] ''ایمان والو اپنے نفس اور اپنے اہل خانہ کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں''۔ حضور اکرم ﷺ کی رحیم وشفیق ذات جو ہر معاملے میں سراپا رحمت ہے انہوں نے بھی دینی فرائض کے معاملے میں اولاد پر سختی کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ دنیا کی معمولی سختی حتی کہ مارپیٹ کی سزا بھی آخرت کے عذاب سے ہزار درجے بہتر اور نفع بخش ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ."[14] ''جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو تم ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں اس پر (یعنی نماز نہ پڑھنے پر) مارو، اور ان کے سونے کے بستر الگ کردو''۔

تعلیم کا دائرہ کار

حضور ﷺ کی نبوت کے مقاصد اور پیغمبرانہ ذمہ داری کے بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے: هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ۲ ۔[15] ''اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بھیجا ہے جو ان ہی میں سے تھا کہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے، ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اگرچہ یہ لوگ بڑی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے''۔ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ [16] '' تم میں سے ہر کوئی نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حاکم بھی نگہبان ہے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا''۔

والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق میں سے اہم حق یہی ہے کہ ان کے درمیان عدل وانصاف کا سلوک کرے اور اس کی وجہ سے جہاں اولاد اور والدین کے درمیان رشتہ خلوص اور اطاعت باقی رہتا ہے۔ وہاں باہم بھائی بہنوں کے درمیان بھی چپقلش، حسد کے جذبات پیدا نہیں ہوتے انہیں مقاصد کے پیش نظر رسول ﷺ نے فرمایا: اتقوا اللہ واعدلوا فی اَوْلادکم۔[17] ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو''۔

رب کریم کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت اولاد ہے کہ جس کا کوئی دوسرا نعم البدل نہیں ہے۔ اسی لیے انبیاء کرام نے رب کریم سے اولاد کی دعا کی ہے اور اولاد کی چاہت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اولاد جیسی نعمت سے کسی کو نوازے تو اس پر لازم ہے کہ حقوقِ اولاد کی طرف توجہ دے اور ان کے حقوق کو بحسن خوبی انجام دینے کی کوشش کرے۔ اولاد کے حقوق یا حسن سلوک میں سب سے بڑا حق اولاد کی صحیح تربیت کرنا ہے۔ صحیح تربیت کا مطلب ہے کہ اولاد کو دین کی

---

[13] القرآن 6 : 66
Al-Quran 66 : 6

[14] سجستانی ابی داود سلیمان بن الاشعث الازادی، الامام، سنن ابی داود ، باب متی یومر الغلام بالصلاۃ، ناشر مکتبہ امدادیہ الفقیہ ملتان پاکستان، حدیث ۴۹۵
Sajistani Abi, Dawood Suleman Bin Ashish Al Zawi , Hadith 495

[15] القرآن 62 : 2
Al-Quran 62 : 2

[16] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب تاویل قول اللہ تعالیٰ، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، حدیث ۲۷۵۱
Bukhari , Abu Abdullah Muhammad Bin Ismail, Kitab Ul Wasaya , Hadith 2751

[17] بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب الاشھاد فی الھبۃ، ح۲۵۸۷
Bukhari , Abu Abdullah Muhammad Bin Ismail, Kitab Ul Hiba , Hadith 2587

بنیادی تعلیمات یعنی عقائد وعبادات کی خوب تعلیم دلوائے تاکہ بڑا ہونے کے بعد صحیح طور پر دین پر عمل کر کے اپنی دنیا وآخرت کو سنوارے[18]۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے۔ عَنْ سَعِيدٍ الْأَعْشَى، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوِ ابْنَتَانِ، أَوْ أُخْتَانِ، فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ، وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ ۔[19] ”ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس تین لڑکیاں، یا تین بہنیں، یا دو لڑکیاں، یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے حقوق کے سلسلے میں اللہ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے“۔ درج بالا حدیث میں حضور ﷺ نے بیٹیوں کی اچھی تربیت بارے فرمایا جو بندہ بیٹیوں کی اچھی پرورش کرتا ہے انہیں آداب معاشرت سیکھاتا ہے اور ان کی شادیاں کرتا ہے اور ان کے ساتھ احسان کرتا ہے۔ بیٹیوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اس کے لیے رب کریم جنت کی خوشخبری سنائی ہے۔

تربیت کا دائرہ کار

تربیت کے مفہوم سے ہی یہ بات ظاہر ہے کہ زندگی سے تعلق رکھنے والی ہر چیز یا ہر عمل کو انجام دینے کا طریقہ تربیت میں شامل ہے۔ اس لیے اسلامی نقطہ نظر سے تربیت کا دائرہ کار بہت وسیع ہے تاہم اس میں درج ذیل امور کی تربیت ضروری ہے۔

۱۔ ایمانی تربیت جس میں عقائد وعبادات کی تربیت شامل ہے۔
۲۔ اخلاقی تربیت جس میں اخلاق حسنہ پر عمل اور اخلاق رزیلہ سے اجتناب شامل ہیں۔
۳۔ جسمانی تربیت میں ورزش۔ طبّی اصولوں کی پابندی منشیات اور بے راہ وری سے بچنا۔
۴۔ تعلیمی تربیت اس میں مرد وعورت کی تعلیم کے اصول وضوابط شامل ہیں۔
۵۔ نفسیاتی تربیت میں نفسیاتی امراض اور ان کا علاج شامل ہے۔
۶۔ معاشرتی تربیت میں حقوق العباد اور معاشرتی اداب وغیرہ شامل ہیں۔
۷۔ جنسی تربیت اس میں شرم گاہ کی حفاظت اور عائلی زندگی وغیرہ شامل ہیں۔

تربیتِ اسلام کے مقاصد وذرائع

ہر قوم ودور کے مطابق تربیت کے مختلف ذرائع ہوا کرتے ہیں، ہر ذریعہ کوئی نہ کوئی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عملًا اس سے وہ مطلوبہ نتائج حاصل ہوں یا نہ ہوں۔

اسلام کا جامع اور ہمہ گیر نظام تربیت

اسلامی تربیت کا نظام اس لحاظ سے بالکل پختہ اور خاصیت والا ہے کہ اس کے تمام مقاصد اور ذرائع ایک فکر اور ایک نظریے سے پوری طرح مضبوط ہیں۔ تربیت کا یہ نظام اس قدر جامع اور مکمل ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ یا پہلو اس کی ہدایات ورہنمائی سے خالی نہیں۔ ظاہری بات ہے انسانی تاریخ میں اسلامی تربیتی نظام کے علاوہ تربیت کا کوئی جامع اور ہمہ گیر نظام وجود میں نہیں آیا۔ اس ہمہ گیریت اور وسعت کے باوجود اسلام کا نظام تعلیم کسی بھی وقت اپنا اصل مقصد پورا کرنے سے گریز نہیں کرتا، کیونکہ یہ نظام تربیت متنوع اور مختلف ذرائع ووسائل کا مجموعہ نہیں ہے، جن میں سے وسائل وذرائع انسان کو نئ سمت کی طرف لے جائیں۔ اس کشمکش میں انسان کی فطرتی صلاحیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں۔ بلکہ اسلام کا تربیتی نظام انسان کے سامنے ایک سیدھی اور

---

[18] ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی، اسلام کا نظام اخلاق وادب، نصارالسنہ پبلی کیشنز لاہور، ص۷۷،۷۶
Abu Hamzah Abdul Khaliq Siddique , Islam Ka Nizam Ikhlaq wa Adab , Pg 76,77

[19] ترمذی، ابی عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب البروالعلۃ، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، رقم۱۹۱۵
Tirmizi Abu Esa , Muhammad Bin Esa, Kitab Al- bir wa alata , Qadeemi Kutub Khana Karachi ,Hadith 1915

صاف راہ کا تعین کر دیتا ہے اور اس کے سامنے ایک ہدف مقرر کرتا ہے تاکہ انسان صراط مستقیم کی راہ پر اپنی پوری فطرتی صلاحیت اور ہم آہنگی کے تعاون کے ساتھ چل سکے اور مختلف مقاصد و جہتوں کی کشمکش میں گم نہ ہو۔

اسلامی تربیت کے نظام کی یہ خاصیت اسی وجہ سے نمایاں اور واضح ہے کہ پہلی ہی نظر میں عیاں ہو کر یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اسلام کا تربیتی نظام ہر لحاظ سے انسانوں کے بنائے ہوئے تربیت کے تمام نظاموں سے الگ ہے۔

اچھا شہری بنانا

انسان کے بنائے گئے تربیتی نظام مختلف ذرائع کے حامل ہوتے ہیں ان کی تاریخی، سماجی اور سیاسی حالات بھی ایک دوسرے سے متنوع اور مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن ان تمام ذرائع، وسائل اور مختلف تربیتی نظام کا مقصد ایک ہی ہے اور وہ ہے اچھا شہری بنانا۔ لیکن اچھے شہری کے بارے یہ خیال پایا جاتا ہے کہ وہ ایک مسلح جنگجو سپاہی ہو، ظلم و زیادتیوں کا قلع قمع کر دینے والا ہو، لیکن جب اس کی ذاتی قوم کا مفاد داؤ پر لگ جائے تو وہ خود بھی ظلم اور ناانصافی سے خالی نہ ہو۔[20] اچھے شہری کے بارے دنیاوی تربیت کے نظام کا ایک مقصد یہ بھی ہے جو شخص صالح ہو وہ کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرے اور نہ کسی پر ظلم و زیادتی کرنے کی اجازت دے۔

اسلام ان تنگنائیوں میں محصور نہیں ہے۔ اسلام کا نظامِ تربیت اچھا شہری تیار نہیں کرتا بلکہ اسلامی نظامِ تربیت کا مقصد ''اچھا شہری'' (نیک صالح فرد) بنانا ہے۔ وہ انسان جو مکمل انسان ہو جس میں انسانیت کے سارے پنہاں جوہر نمایاں ہو گئے ہوں اور جو صرف جغرافیائی حدود میں محدود ایک وطن کا اچھا شہری نہ ہو بلکہ وہ پوری روئے زمین کا اچھا شہری، بہترین باشندہ اور انسان ہو۔ اسلام کا تربیتی نظام صرف ایک اچھا شہری بنانا نہیں بلکہ اس تربیتی نظام کا اصل مقصد اچھا انسان تیار کرنا ہے۔ اسلام کے نظام تربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان صرف جغرافیائی حدود میں محدود ایک وطن کا اچھا شہری نہ ہو بلکہ وہ پوری دنیا کا اچھا شہری بہترین باشندہ اور انسان ہو۔[21]

دعوت اسلامی کے آغاز ہی میں قرآن کریم اپنی دعوت کا مخاطب ساری انسانیت کو قرار دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے۔ اِنْ ہُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ[22] ''یہ صرف عالمین کے لیے ایک نصیحت کا سامان ہے''۔ پہلے مرحلے میں ہی قرآن مجید نے اس مقصد کو جتلا دیا کہ اس کی دعوت کے مخاطب صرف قریش یا اہل عرب نہیں بلکہ پوری دنیا کے انسان ہیں اور اس وجہ سے رنگ و نسل، قوم اور وطن کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر ان میں کوئی اختلاف ہے تو یہ ہے کہ کون اس کی دعوت پر لبیک کہتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ[23] ''اور پھر تم میں شاخیں اور قبیلے قرار دیئے ہیں تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو بیشک تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے''۔

تقویٰ شعار اور عبادت گزار انسان بنانا

اسلام انسان کو زندگی کے کسی میدان میں پریشان نہیں ہونے دیتا بلکہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو نمایاں کر دیتا ہے۔ ایک واضح طریقہ بتا دیا ہے کہ یہ مقصد کس طرح انسان کو انسان بنانے کا مقصد حاصل کرتا ہے اور انسان کو کس طرح نیک اور پرہیزگار بنا دیتا ہے۔ ارشاد پاک ہے:

---

[20] محمد قطب، اسلام نظام تربیت، اسلامک پبلی کیشنز، (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور، پاکستان، جولائی ۱۹۹۸، ص۱۵
Muhammad Qatab , Islam Nizam Tarbiyat , Islamic Publication’s (PVT) Limited Lahore , Pakistan , July 1998 A.H, Pg 15

[21] محمد قطب، اسلام نظام تربیت، ص۱۶
Muhammad Qutub , Islam Nizam Tarbiyat , Pg 16

[22] القرآن 81 : 27
Al-Quran 81 : 27

[23] القرآن 49 : 13
Al-Quran 49 : 13

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔[24] ”بیشک تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے“۔ نیک انسان وہ ہے جو رب کریم کی بندگی کرتا ہے اور ہر معاملے میں رب کریم کی ذات سے راہنمائی حاصل کرتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔[25] ”اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے“۔

اسلامی عبادات سے مراد صرف مذہبی رسموں کو ادا کرنا نہیں بلکہ اسلامی عبادات کے معنی بڑے وسیع ہیں۔ اسلام میں عبادت کے معنی زندگی کے ہر پہلوؤں میں رب کریم کی ذات سے راہنمائی حاصل کرنا اور اسی کی طرف سے دی گئی ہدایت پر عمل کرنے کے ہیں۔ اس معنی اور مفہوم کے لحاظ سے انسان کی پوری زندگی کا مصدر اور منبع رب کریم کی ذات ہے اور اسی کے شعور و عمل کے تمام پہلو اللہ تعالیٰ کی ذات کے تابع ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔[26] ”پھر اگر ہماری طرف سے ہدایت آجائے تو جو بھی اس کا اتباع کرلے گا اس کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا نہ حزن“

نظریہ اسلام کا محور انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا

اسلام جہاں اس مقصد کو واضح اور مفصل صورت میں سامنے لاتا ہے وہاں لوگوں کو خالق کائنات کی جانب بلا رکاوٹ اور بغیر حجاب کے متوجہ کرتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِىْۤ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ﴿۸﴾[27] ”اے انسان تجھے رب کریم کے بارے میں کس شے نے دھوکہ میں رکھا ہے۔ اس نے تجھے پیدا کیا ہے اور پھر برابر کرکے متوازن بنایا ہے۔ اس نے جس صورت میں چاہا ہے تیرے اجزاء کی ترکیب کی ہے“۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ[28] ”اور ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ اس کا نفس کیا کیا وسوسے پیدا کرتا ہے اور ہم اس سے رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں“۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہی اسلامی نظریہ کا محور ہے اور یہی اسلامی تربیتی نظام کا مقصد ہے، اسی مقصد سے وہ تمام فوائد و نتائج سامنے آتے ہیں۔ جن کی بدولت حیات انسانی ہدایت کے مقصد پر پختہ ہوتی ہے۔

مثبت انداز فکر پیدا کرنا

اسلام کے منہاج تربیت اور اس کے زیر اثر تربیت پانے والے انسان صالح کے اندر مثبت انداز فکر پیدا کرنا ہے۔ جو دراصل نتیجہ ہے اس توازن و اعتدال اور ہم آہنگی کا جو اسلامی نظام میں پائی جاتی ہے۔ جو اسلام اپنے پیروکاروں میں پیدا کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر مختلف صلاحیتیں پائی جاتی ہیں جن میں سے کچھ صلاحیتیں مثبت اور کچھ منفی ہوتی ہیں۔ اگر ان تمام صلاحیتوں کو بغیر کسی راہنمائی کے چھوڑ دیا جائے یا تو یہ اپنے اپنے طور پر بڑھتی اور پھیلتی رہیں گی یا ان کی نشوونما بالکل ہی رک جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان کے داخلی وجود اور اس کی خارجی زندگی کا توازن بگڑ جائے گا۔ اور دوسری طرف یہ ہوگا کہ کبھی انسان منفی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے گا اور کبھی مثبت صلاحیتوں کا اظہار کرے گا۔ اس طرح انسان ایک مقصد پر قائم نہیں رہ سکے گا اور نہ وہ اس قابل ہوگا کہ کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے جد وجہد کرے۔

---

[24] القرآن 49 : 13
Al-Quran 13 : 49

[25] القرآن 51 : 56
Al-Quran 56 : 51

[26] القرآن2 : 38
Al-Quran 38 : 2

[27] القرآن 82 : 8،7،6
Al-Quran 82 : 6,7,8

[28] القرآن 50 : 16
Al-Quran 50 : 16

جب کہ اللہ سبحانہ کی منشا یہ ہے کہ انسان ایسی قوت ارادی کا مالک ہو جو اسے لے کر آگے بڑھے اور انسان مادی قوتوں پر غلبہ حاصل کرے اور پوری کائنات پر غلبہ حاصل کرے۔ ارشاد پاک ہے: وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ۔[29] ”اور اسی نے تمہارے لئے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو مسّخر کر دیا ہے“۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[30] ”اللہ کسی قوم کے حالات کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے کو تبدیل نہ کر لے“۔ یہ ایسی زبردست قوت ہے جس کے بل بوتے پر انسان اپنی واقعی اور عملی زندگی کو مقصد اسلامی کے مطابق ڈھال لیتا ہے۔ اسلام انسان میں یہ زبردست قوت پیدا کرتا ہے۔

اسلام کے نظام تربیت کی خصوصیات واثرات

اسلام کا انسان کی تربیت کا طریقہ یہ ہے کہ اسلام انسان کے پورے جسم کی تشکیل کو مد نظر رکھتا ہے اور اس کسی پہلو یا گوشہ کو نظر انداز نہیں کرتا، اس لیے اسلام انسان کی مادی و روحانی زندگی کو اپنے وجود میں سمو لیتا ہے اور تمام حرکات و سکنات کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام انسان کو بالکل اسی طرح پیش کرتا ہے جس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔ نہ اپنی فطرت کے کسی پہلو کو مطلوب چھوڑتا ہے اور نہ ہی اپنے فطرت کے علاوہ کسی اور چیز کو شرفاء پر مسلط کرتا ہے۔ وہ انسان کی فطرت کی بڑی باریک بینی سے نمائندگی کرتا ہے۔ اس سے ابھرنے والے جذبات اور میلان کو منضبط کرتا ہے اور اس کے مناسب راستہ بتاتا ہے۔ اسلام انسانی فطرت کے پہلوؤں کا اظہار اس طرح کرتا ہے جیسے ایک موسیقار تمام ستاروں کو اپنے خوبصورت راگ کے ذریعہ چھیڑ دیتا ہے۔

مربوط نظام تربیت

تربیت کے نظام کو دو پہلوؤں میں مربوط ہونا چاہیے۔ ایک تو اس لحاظ سے کہ ملک کے تمام شعبے تربیت کے عمل میں اپنا حصہ ڈالیں۔ ملک کا مجموعی ماحول قرآنی تعلیمات کے مطابق ہو۔ دوسرے افراد کی اور اجتماع کی ہمہ پہلو اور ہمہ گیر نشوونما اور تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ ہمارے ملک کے تعلیمی ادارے صرف تعلیمی تربیت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ طلبہ تک معلومات کی منتقلی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں یا چند ہنر سکھانے کے کارخانے بنے ہوئے ہیں۔ تربیت اخلاق اور قرآنی نظام تربیت کی طرف سے جن قوانین کے لیے پابند کیا جاتا ہے ان کی طرف قطعی توجہ نہیں دی جا رہی۔ طالب علم کی جسمانی، فکری، اخلاقی، نفسیاتی، جذبات، روحانی، علمی و فنی تربیت کا ایک مربوط پروگرام بنایا جانا چاہیے۔ انسان کے ان تمام اعضاء وارواح کو الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس لیے پروگرام بھی اتنا جامع اور مربوط ہو کہ معاشرہ انسان کے ہر پہلو کو اللہ کے حکموں کی رضامندی کے لیے تیار پائے۔ اس کے لیے خاندان، معاشرہ، ذرائع ابلاغ، تعلیمی مراکز، مساجد، نصابی و ہم نصابی سرگرمیاں، استاد اور طالب علم سب کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔[31]

خاندان

انسان کی معاشرت پسندی کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ مل جل کر رہنے پر مجبور ہے۔ چنانچہ اسی فطری ضرورت کے تحت دنیا میں مختلف معاشرے وجود میں آئے۔ معاشرہ و خاندان کی ابتدا مرد و عورت کے اس تعلق سے ہوتی ہے جس کا طریقہ قرآن کریم نے وضع کر دیا ہے اور اس تعلق کو نکاح کا نام دیا ہے۔ قرآن نے واضح طور پر بتایا ہے کہ معاشرے کی ابتدا ایک مرد و عورت کے تعلق سے ہوئی ہے۔ مرد و عورت کے جائز تعلق کے نتیجے میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ خون کے رشتے پھیلتے پھیلتے معاشرے وجود میں آجاتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد علوی کے الفاظ میں: سماجیات کے ماہرین نے اپنی زبان میں خاندان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ: انگریزی لفظ Family لاطینی زبان سے نکالا ہوا ہے اور بنیادی لحاظ سے والدین، بچوں، نوکروں اور غلاموں پر مشتمل گروہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے

---

[29] القرآن 45 :
13
Al-Quran 13 : 45

[30] القرآن 13 : 11
Al-Quran 11 : 13

[31] افضل حسین، فن تعلیم و تربیت، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۰۰۲ء، ص۴۵
Afzal Hussain , Fun Taleem o tarbiyat , Islamic publications Lahore , 2001 A.H , Pg 45

مترادف یونانی لفظ (Oikonomid) ہے۔ جس سے Economic کا لفظ نکلا ہے۔ یہ خاندان کو عمومی طور پر معاشرتی جماعت ظاہر کرتا ہے اور اس میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں جو وسیع تر معاشرتی زندگی میں موجود ہیں۔ مئر ایف نمکوف (Meyer F. Nimkoff) نے اپنی کتاب Marriage and family میں خاندان کی تعریف یوں کی: ”ماہرین عمرانیات نے اپنی مخصوص زبان میں خاندان کی وضاحت کچھ اس طرح کی ہے: انگریزی زبان کا لفظ Family لاطینی استخراج ہے اور بنیادی طور پر ایک گروپ کو ظاہر کرتا ہے جو والدین، بچوں، نوکروں، غلاموں پر مشتمل ہو۔ اس کا مماثل یونانی لفظ (Oikonomid) ہے جس سے لفظ (Economic) نکلا ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خاندان بنیادی طور پر معاشی تنظیم ہے اور اس میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں جو وسیع تر معاشرتی زندگی میں موجود ہیں۔ مئر ایف نمکوف (Meyer F. Nimkoff) نے اپنی کتاب Marriage and family میں خاندان کی تعریف یوں کی: ”میاں بیوی اور بچوں کے درمیان باہمی رشتہ جو بالکل پختہ ہو۔ سمز اور کیلر کے مطابق خاندان ایک مختصر سماجی گروہ ہے جس میں کم سے کم دو نسلیں شامل ہیں اور ان میں خاصیت یہ ہے کہ وہ خونی رشتوں پر مشتمل گروہ ہے۔ لہٰذا خاندان سماجی زندگی کا بنیادی اتحاد ہے جس میں مرد اور عورت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے“۔[32]

مسلم سجاد کے الفاظ میں ”ایک ایسا مثالی گھرانہ تشکیل دینا آج کے مسلمان والدین کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ حقیقتاً اس کے بغیر کوئی بھی اسلامی نظام تعلیم حقیقی برگ و بار نہیں لا سکتا۔ ایسا گھرانہ کس طرح تشکیل دیا جائے؟ اس سلسلے کے کام کو دو امور میں بیان کیا جاتا ہے۔ (۱) عمومی امور، (۲) اسلامی امور

عمومی امور میں جسمانی صحت، جذباتی صحت، ذہنی ارتقاء، علمی تربیت اور جمالیاتی ذوق کی نشو و نما شامل ہے۔ اسلامی امور میں حکمت کی تعلیم، اسلامی آداب اور پسندیدہ عادات کی تشکیل، فرائض کی ادائیگی، نیکی کو پھیلانا اور اسلامی اجتماعی سرگرمیوں میں حصہ، جہاد کا جذبہ پیدا کرنا اور معاشرے میں بدی کا مقابلہ اور خواہش نفس کا مقابلہ شامل ہے۔ جب خاندان ان امور پر عمل کرنے پر تیار ہو جائیں گے تو ایک بہترین معاشرہ کی جانب پہلا قدم اٹھ کھڑا ہو گا۔

قریبی ماحول

یہ تیسرا اہم عمل ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت ماحول کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ جغرافیائی ماحول جس میں بچہ رہتا ہے۔ جس قسم کے مناظر کا سامنا کرتا ہے۔ جس کلاس سے تعلق رکھتا ہے، جن قسم کے بچوں سے کھیل کود کرتا ہے اور اٹھتا بیٹھتا ہے۔ ان سب کے مجموعی اثرات قبول کرتا ہے۔ آس پاس کی لوگوں کی طرز زندگی، اعمال، عقائد، رسم و رواج اور روایات سے متاثر ہوتا ہے۔ ان میں اگر ماحول اچھا ہو تو مدرسہ اور گھر دونوں ہی کی کوششیں بار آور ہوتی ہیں ورنہ دونوں کو بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ بسا اوقات بھلے گھروں کے بچے اور معیار مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بھی باوجود ہر طرح کی کوششوں کے برے ماحول کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی اٹھان مطلوبہ طور پر نہیں ہو پاتی۔ اس لیے ماحول کو بھی تعلیم و تربیت کے لیے سازگار بنانے کی پوری کوشش ہونی چاہیے۔

معاشرہ

افراد کے کردار پر نمایاں اثر ڈالنے والا ایک عنصر معاشرہ ہے۔ معاشرہ میں جو چال چلن اور طور طریقے رائج ہوں گے افراد فطری طور پر ان کا اثر قبول کر کے ویسا کردار پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی بھی فرد کا معاشرہ کے تصور کے بغیر معاشرتی کردار متعین ہی نہیں کیا جا سکتا۔ تجمل حسین ہاشمی لکھتے ہیں کہ ”جسم کے مختلف حصے جس طرح اپنا مخصوص کام کرنے کے لیے ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ اسی طرح معاشرے کے افراد بھی اپنے کام اور باہمی رابطوں سے معاشرتی نظام قائم کرتے ہیں“۔[33]

---

[32] خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، المکتبۃ العلمیہ، لاہور، ص ۸۱

Khalid Alvi , Islam ka Muasharti Nizam , Al-Muktaba Al ilmiya Lahore , Pg 81

[33] مسلم سجاد، ہمارا معاشرہ، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ص ۲۲

Muslim Sajjad , Hamara Muashira Institute Of Policy studies Islamabad , Pg 22

اگر معاشرہ قرآنی ضوابط کے مطابق ہوگا تو افراد خود بخود اس سے اثر قبول کر کے اپنی زندگیوں کے اعمال کو ویسا بناتے نظر آئیں گے۔ قرآن نے معاشرے کے لیے جو ضوابط مقرر کئے ہیں۔ انہیں پروفیسر خورشید احمد نے اس انداز سے بیان کیا: ''بنیادی طور پر اسلام ایک ایسے معاشرہ کا طلب گار ہے جو ہمہ گیر، اختلافات و مکرہات سے پاک، نسل و رنگ، وطن اور زبان کی پابندیوں اور جغرافیائی حدوں سے دور، باہمی مساوات، عدل و انصاف اور ایک عالمگیر برداری کی بنیاد پر قائم ہو اور ایک فکرِ اخلاق اصول پر چلنے والا معاشرہ ہو جن کے فردوں میں باہمی انس و محبت کا رشتہ مضبوط ہو''۔[34]

مجوزہ تربیتی ماڈل

تربیت کے ماحول سے مراد یہ ہے کہ کسی فرد کی تربیت صرف ایک ادارہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ جب تک تربیت فرد میں معاشرے کے تمام اجزاء بھرپور انداز میں شریک نہ ہوں تو تربیت اپنا رنگ نہیں دکھاتی اگر صرف تربیتی ادارہ ایک بات کی تربیت کرتا ہے اور اس کا خاندان، محلہ، معاشرہ ذرائع ابلاغ اور حکومتی قوانین سب اس کے برعکس رویہ رکھتے ہیں تو اس فرد کے لیے اس رنگ میں رنگا جانا مشکل عمل ہوتا ہے لیکن جب پورا معاشرہ اس کی حوصلہ افزائی کرے گا تو پھر فرد کے لیے اس طرح کا رویہ رکھنا آسان ہوگا۔ آج کے معاشرے میں خرابی ہی یہ ہے کہ مسجد، سکول یا کسی اسلامی تحریک کے ذریعے قرآن کے مطابق زندگی بسر کرنے کی طرف دل مائل ہو جاتا ہے تو معاشرے کا ماحول، ذرائع ابلاغ، دوست احباب اور عزیز و اقارب کا رویہ قرآنی احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی لیے ضرورت یہ ہے کہ نئی نسل کی تربیت جس طرح کرنی ہے اس طرح کا ماحول پیدا کیا جائے۔ معاشرہ، خاندان، ذرائع ابلاغ، تعلیم و تربیتی ادارہ، اساتذہ، انتظامیہ، مسجد، اسلامی تحریکات اور حکومت سب میں رابطہ ہو اور وہ افراد کی تربیت میں ایک دوسرے کی معاونت کرنے والے ہوں۔ تمام کے حقوق و فرائض کا تعین کر دیا جائے اور سب اپنے دائرہ کار میں افراد کی تربیت کی ذمہ داری محسوس کریں۔ ان تمام اداروں میں ربط پیدا کرنے کے لیے زیادہ ضروری کام یہ ہے کہ وزارت امور تربیت کا قیام عمل میں لایا جائے۔

مساجد کا کردار

تربیت افراد میں مساجد کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و عہد صحابہؓ میں تمام افراد ملت کی تربیت مساجد میں ہی ہوا کرتی تھی۔ اب اگر پاکیزہ و مقدس انسانوں کی جماعت وجود میں لانی ہے تو اس کا بہتر اور واضح طریقہ یہی ہے کہ ان کا تعلق مساجد سے قائم کر دیا جائے۔ صرف مساجد میں جو عبادات کی جاتی ہیں قرآن مجید کا مطلوب صرف وہی عبادات نہیں ہیں بلکہ قرآن کریم پوری زندگی کے لیے رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ آج قرآن کی تعلیمات صرف مسجدوں تک محدود سمجھ لی گئی ہیں۔ مسجدوں کو معاشرتی تربیت کے گہوارے بنا دیا جائے تب جا کر معاشرے میں اخلاقی کردار کی بلندی نظر آئے گی۔ آج معاشرے سے کٹ جانے کو تقویٰ اور دیندار سمجھ لیا گیا ہے یہ دین کا غلط تصور ہے۔ اس تصور کی وضاحت صدر الدین اصلاحی نے ان الفاظ میں کی ہے ''جب مسجدوں اور خانقاہوں سے باہر کی دنیا سرے سے کسی توجہ کی سزاوار ہی نہ سمجھی گئی ہو۔ جب خدا طلبی کا کمال یہ خیال کر لیا گیا ہو کہ انسان اپنے ہم جنسوں سے اس طرح بھاگے جس طرح وحشی درندوں سے بھاگا جاتا ہے، جب باخدا زندگی بسر کرنے کے معنی یہ ہوں کہ کسی مسلمان کا سلام کرنا بھی بار خاطر ہو، جب زہد و تقویٰ کی اصل شان یہ مان لی گئی ہو کہ آدمی اجتماعیت کی پہلی بنیاد نکاح سے بھی بیگانہ رہے جب شریعت کا علم وحشت پیدا کرنے والا گمان کر لیا گیا ہو حتیٰ کہ قرآنی اور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طریقے کے متوازی ''اللہ تک پہنچنے والا'' ایک دوسرا طریقہ بھی قابل اختیار تسلیم کر لیا گیا ہو تو سوچئے ان افکار و نظریات کے ہوتے ہوئے عبادت گاہوں سے باہر دین کی کسی ضرورت اور کارفرمائی کا موقع و محل ہی کہاں باقی رہ جاتا ہے کہ انسان کو تمدنی اور اجتماعی مسائل کے بارے میں دینی احکام کی فکر دامن گیر رہ سکے۔[35]

---

[34] خورشید احمد، نظام تعلیم، انسٹی ٹیوٹ آف سٹڈیز اسلام آباد، ص ۴۱۱

Khursheed Ahmed , Nizam Taleem , Pg 411

[35] اصلاحی، صدر الدین، دین کا قرآنی تصور، مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی، ۱۹۶۸ء، ص ۱۹۵

Aslahi Saddar Uddin , Deen ka qurani tasawer , Pg 195

مسجد کا وجود انسان کو معاشرے سے کاٹنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کو درست معاشرتی زندگی گزارنے کے لیے ہوتا ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں مسجد تمام سر گرمیوں کا مرکز رہی ہے۔ بچپن سے تعلیم و تربیت کا ادارہ مسجد ہی ہوتا ہے اور مسلمانوں میں یہ روایت تاحال برقرار ہے۔ موجودہ معاشرے میں اس تعلق کی بنیادوں کا از سر نو جائزہ لے کر ان بنیادوں کو پائیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح افراد کی اخلاقی تربیت کی بنیادیں مضبوط ہوں گی۔ ڈاکٹر خالد علوی کے بقول ‘‘ابتدائی تعلیم کے نتیجے میں جو نقوش مرتب ہوتے ہیں وہ زندگی بھر سیرت کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے ایک مفکر کے بقول جو بچہ ایک مرتبہ مسجد کے ماحول سے گزر جاتا ہے اس کے اندر کبھی نہ کبھی جذبہ خیر ضرور ابھرتا ہے۔[36]

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تربیت کے میدان میں مسجد کے کردار کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔ علماء کو بھی اس کام کی اہمیت کا احساس دلایا جائے کہ وہ بھی اس نظام تربیت کا اہم حصہ ہیں۔ جمعۃ المبارک اور روزانہ صبح و شام کے درسوں میں وہ بھی نئی نسل کی تربیت میں بھرپور کردار ادا کر سکتے ہیں۔

استاد یا مربی کا کردار

تربیت افراد میں مرکزی کردار استاد کا ہوتا ہے۔ اسلام کی پوری تاریخ میں اور قرآن کے نظریہ تربیت کے نقطہ نظر سے استاد ہی نئی نسل کی تربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں کہ اساتذہ تعلیمی اداروں میں بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ نصاب اگر غیر مناسب ہو تو ایک اچھا استاد اس کی تلافی کر سکتا ہے۔ اور اگر استاد نااہل ہو اچھا نصاب اس کے لیے کارآمد نہیں ہوتا۔ استاد کی اہمیت اس لیے ضروری ہے کہ طالب علم شعوری اور غیر شعوری طور پر استاد کے کردار، شخصیت اور عادات و اطوار کی نقل کرتے ہیں۔ اس لیے جیسا استاد ہو گا ویسے ہی شاگرد ہوں گے’’۔[37]

لہٰذا تربیتی نظام میں استاد کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ طلبہ کو استاد کی صحبت میں کافی وقت گزارنا ہوتا ہے اس لیے استاد کی اخلاقی و کرداری تربیت کی بھرپور جانچ کر لینی چاہیے تاکہ اس کی صحبت میں رہنے والے افراد اس سے اچھا سبق لیں اور اس میں سے قرآن کی خوشبو سونگھیں۔ مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں ‘‘انسانی فطرت ہے کہ وہ ایسے لوگوں میں رہے جو اہل حق ہیں، جو حقیقی انسانی اوصاف رکھنے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ جینے کا ہی نام زندگی ہے۔ کوئی آدمی جب قرآن کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہی وہ کتاب ہے جو اس کو مطلوب منزل تک پہنچانے والی ہے۔ وہ عین اپنے اندر کی آواز کے تحت مجبور ہوتا ہے کہ اس کو اختیار کر لے’’۔[38]

معاشرے میں استاد کی ناقدری کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے شعبہ میں ماہر نہیں ہوتا اور اپنے کام کو پر خلوص طریقے سے سرانجام نہیں دیتا۔ وہ بھی ویسے ہی کام کرتا ہے جیسا کہ دوسرے شعبوں کے افراد کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالرشید اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ ‘‘شعبہ تعلیم کی تنظیم کے موجودہ انداز میں نہ تو استاد پیشہ ورانہ تخصص کا حامل ہے۔ نہ کوئی ایسا خصوصی کام کرتا نظر آتا ہے جو کوئی دوسرا ویسا ہی تعلیم یافتہ فرد نہ کر سکتا ہو۔ افسریت، سفارش اور اختیار ناجائز استعمال کی خرابیوں نے شعبہ تعلیم میں بھی قدم جما لیے ہیں اور دولت کے حصول کی دوڑ نے استاد کی اخلاقی برتری کا بھرم کھول دیا ہے۔ اخلاقی برتری کے بغیر کوئی کردار معاشرتی احترام بھی حاصل نہیں کر سکتا اور اس کا معاشرتی مرتبہ بھی بلند نہیں ہوتا’’۔[39]

---

[36] خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام ،المکتبۃ العلمیہ لاہور، ص ۲۶۵
Khalid Alwi , Islam ka Muasharti Nizam ,Al-Muktaba Al Ilmiya Lahore , Pg 265

[37] محمد امین، ہمارا دینی نظام تعلیم، دار الاخلاص مرکز تحقیق اسلامی لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲۱۳
Muhammad Ameen , Hamara deeni Nizam taleem , Dar ul Ikhlas Markaz Tahqiq Islami Lahore 2004 A.H, Pg 213

[38] وحید الدین خان، دعوت حق، ص ۷۸
Waheed ud deen , Dawat Haq , Pg 78

[39] ارشد عبدالرشید ،گم گشتہ۔۔۔ منزل کا سراغ، ص ۱۳۱
Arshad Abdul Rasheed , gum Ghushta , Munzil ka Suragh , Pg 131

استاد کے تربیتی کردار کے پیش نظر ضروری ہے کہ استاد علمی فضیلت رکھتا ہو۔ دوسرے پیشہ ورانہ امور میں مہارت کا حامل ہو تیسری بات جو پاکستانی معاشرے کے ضمن میں زیادہ اہم ہے وہ یہ ہے کہ استاد اخلاقی برتری کا حامل ہو۔ ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی کے الفاظ میں ”تربیت اساتذہ کے ادارے جہاں زیر تربیت معلمین کو جدید علم و فن اور موثر طریقہ ہائے تدریس سے آگاہ کریں وہاں اہم ترین نقطہ آغاز یہی ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کی تربیت اس رخ پر کریں کہ ان میں تین خصوصیات کا خوبصورت امتزاج ضرور ہو۔ پہلی ایمان، تقویٰ اور احسان، دوسری اپنے متعلقہ مضمون میں بھرپور اہلیت اور تیسری موثر حکمت تدریس۔ ان حوالوں سے یہ ادارے اپنے اساتذہ کی اسلامی اقدار کی روشنی میں اس طرح تربیت کریں کہ وہ جہاں نفس مضمون اور فن تدریس کا صحیح ادراک کریں وہاں اس فن کو اسلامی مقاصد کے حصول کے لیے بھی استعمال کرنے کا ڈھنگ سیکھیں۔ اساتذہ کے تربیتی اداروں کو اس معاشرتی قانون کو پیش نظر رکھنا ہوگا کہ اخلاقی تربیت سے عاری قوم چاہے مادی، عسکری اور معلوماتی تناظر میں کتنی ہی مستحکم کیوں نہ ہو شکست بالآخر اس کا مقدر ہوتی ہے“۔[40]

ذرائع ابلاغ

افراد کی تربیت اور ماحول کے بنانے بگاڑنے میں ذرائع ابلاغ سے دونوں ذرائع ابلاغ مراد ہیں۔ ایک وہ جو رسائل و کتب کی شکل میں دستیاب ہیں اور دوسرے ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ وغیرہ۔ ان تمام ذرائع کا قبلہ درست کیا جانا ضروری ہے۔ ان ذرائع کے عمومی طور پر تین مقاصد بیان کئے جاتے ہیں۔ ا۔ تعلیم (Education) ۲۔ معلومات (Information)، ۳۔ تفریح (Entertainment) لیکن آج کے ذرائع ابلاغ میں ان تینوں چیزوں کی کمی نظر آتی ہے۔ ذرائع ابلاغ کو منظم طور پر افراد کی تربیت میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور ایسے پروگرام پیش کئے جانے چاہیں جو تعلیمی اداروں، گھروں اور مساجد سے دی جانے والی تربیت کی تائید کرنے والے ہوں۔ ان مناظر کو تحقیر آمیز انداز میں پیش کرنا چاہیے۔ مسلم سجاد لکھتے ہیں: ”معلومات کے انتخاب اور پیش کرنے کے انداز میں نقطہ نظر کار فرما ہوتا ہے اور ہونا چاہیے۔ اسلامی معاشرہ میں یہ نقطہ مثبت اور تعمیری یعنی اسلامی ہوگا۔ اس سے یہ دوگنا مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں: (الف)۔ افراد کی ذہنی صلاحیت اور جذبات میلانات کے لیے اس نوعیت کی غذا فراہم کرنا کہ ان کی نشوونما ہو اور صحیح خطوط پر ہو۔ (ب)۔ بحیثیت مجموعی پوری قوم کی ذہنی سطح بلند کرنا، ان کو ملت اسلامیہ اور اپنی قوم اور علاقے کے مسائل سے نہ صرف آگاہ کرنا بلکہ ان پر سوچ و بچار کی عادت ڈالنا، اظہار خیال اور گفتگو کے لیے آمادگی پیدا کرنا“۔[41]

لیکن دور جدید میں میڈیا کا کردار بالکل مختلف ہے۔ وہ بے حیائی پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کر رہا ہے کوئی اخبار تب تک قابل فروخت نہیں سمجھا جاتا جب تک اس میں عورت کی نیم عریاں تصاویر نہ ہوں اور بے حیائی پر مبنی جنسی خبریں نہ ہوں۔ اور نہ ٹی وی کا کوئی پروگرام نیم عریانی اور فحش گفتگو سے مبراء ہوتا ہے۔ یہ قرآن کریم کی تعلیمات کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ قرآن کریم نے بے حیائی کی تشہیر ممنوع قرار دیا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ , فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.[42] ”جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ صاحبانِ ایمان میں بدکاری کا چرچا پھیل جائے ان کے لیے بڑ دردناک عذاب ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ سب کچھ جانتا ہے صرف تم نہیں جانتے ہو“۔

ایسی صورتحال میں اسلامی معاشرہ کا قیام ناممکن ہو جاتا ہے۔ مسلم سجاد لکھتے ہیں: مسلم ممالک کے ذرائع ابلاغ میں ایسا تضاد نہیں ہونا چاہیے کہ قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ رقص و موسیقی بھی ہو۔ اسلامی احکام کی پاسداری بھی کی جائے اور کھلم کھلا خلاف ورزی بھی کیا جائے۔ اس وجہ سے منقسم شخصیات تشکیل پاتی ہیں اور کوئی مستحکم کردار سامنے نہیں آتا۔ اس کے ساتھ عملی طور پر یہ ہو کہ پرائیویٹ ادارے جہاں حکومت کا کنٹرول ہو درج بالا اصولوں کے تحت

---

[40] صدیقی، مشتاق الرحمن، تعلیم وتدریس، ص ۱۳۴

Siddiqui Mushtaq Rehman , Taleem o tadrees , Pg 134

[41] مسلم سجاد، اسلامی ریاست میں نظام تعلیم، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، اسلام آباد، ص ۷۳

Muslim Sajjad , Islami Riyasat me Nizam Taleem , Intitute of Policy studies Islamabad,Pg 73

[42] القرآن 24: 19

Al-Quran 19 : 24

استعمال میں نہ لائے جائیں تو چھوٹے ادارے بھی کھل کر اسلامی نظریہ کی خلاف ورزی کریں تو یہ سب مل کر گورکھ دھندا تو بن سکتا ہے لیکن اسلامی معاشرہ نہیں بن سکتا۔ [43]

عصر حاضر کی تربیت میں تعلیم کا کلیدی کردار

تعلیم و تربیت میں الیکٹرونک میڈیا کا کردار

الیکٹرونک میڈیا جدید معاشرے اور تہذیب کی جان ہیں۔ وہ معاشرہ کے سماجی مزاج کو بنانے اور بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ الیکٹرونک میڈیا نے انسانی زندگیوں کو بہت متاثر کیا ہے۔ فی زمانہ الیکٹرونک میڈیا انسانی معاشرے میں لازمی جز کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الیکٹرونک میڈیا کے بغیر انسانی زندگی بے کیف، بے رونق، اور بے علم رہ جاتی ہے۔

میڈیا کے بغیر زندگی: عصر حاضر میں میڈیا کی اہمیت کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ ہم اگر میڈیا کے تمام ذرائع کو اپنی زندگی سے ختم کردیں تو زندگی آج سے کئی صدیوں پیچھے چلی جائے گی۔ اخبارات، ریڈیو، ٹی وی، فلمیں، ٹیلی فون اور کتاب کے بغیر آپ باقی تمام دنیا سے بالکل کٹ جائیں گے اور ہمارا سارے علوم اپنی ذات اور انتہائی قریبی افراد تک محدود ہو جائیں گے۔ [44]

عریانی و فحاشی اور الیکٹرانک میڈیا: مغربی تہذیب نے عورت کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر پہلے دفتروں، پھر نائٹ کلب اور اب حسن کے مقابلہ لا کھڑا کیا، ذرائع ابلاغ نے بھی مغربی تہذیب کی ترقی میں بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ گزشتہ بیس پچیس سال سے ذرائع ابلاغ نے عورت کو بطور اداکارہ، گلوکارہ اور ماڈل کے پیش کرکے نسوانیت کا برے طریقے سے استحصال کیا ہے۔ اس Trend کا یہی نتیجہ ہے کہ: ”کسی بھی کاروبار کا اشتہاروں کو دیکھ لیں۔ عورتوں کی عریاں یا نیم عریاں تصاویر منفرد ہوں گی۔ گو اب عورتوں کے بغیر کوئی اشتہار ممکن نہیں۔ ہوٹلوں، ریستوران، شورومز نیز کوئی جگہ ایسی نہیں ہوگی جہاں عورتوں کو اس لیے نہ رکھا گیا ہو مردوں کو اپنی طرف راغب کریں“۔ [45]

آج کل بیشتر اشتہاروں میں بھی فلمی ستاروں، گلوکاروں اور دیگر خوبصورت دوشیزاؤں کو پیش کرکے مصنوعات متعارف کرائی جاتی ہیں، مربے، اچار، چٹنیاں، سیمنٹ، سگریٹ، صابن، بلیڈ، کیڑے مار ادویات تک میں نوجوان لڑکیوں کو دکھایا جاتا ہے جو کہ سراسر غیر اخلاقی حرکت ہے، مشتہرین کو نسوانیت کا ایسا استحصال ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ ذرائع ابلاغ سے پیش کئے جانے والے بیشتر اشتہارات میں خواتین شامل ہوتی ہیں۔ ”ایک صارف کو اس چیز کا عادی بنایا گیا کہ وہ اپنی خریداری کی ضرورت پیدا کرنے سے پہلے کسی بھی تصویری سراپے کو دیکھے اور متاثر ہو جائے۔ سوچنے، سمجھنے اور پڑھنے کی زحمت سے چھٹکارا پالے“۔ [46] یہ درحقیقت آدمی کے سفلی جذبات کو متاثر کرکے مال فروخت کرنے کی کوشش ہے جو کہ شرعاً اور اخلاقاً قابل مذمت ہے۔ اسی نکتہ نظر سے یہ بات قطعاً حرام ہے کہ تاجر حضرات اپنی مصنوعات کی فروخت کے لئے خواتین کی خوبصورت تصاویر کو اخبارات اور ٹیلی ویژن کی زینت بنائیں اور فن اشتہارات کو جنسی آلودگی میں مبتلا کردیں۔

ابلاغ دین کے لیے سوشل میڈیا کا استعمال

سوشل میڈیا ہر گزرتے دن ہماری زندگی میں اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے ہر قسم کی بات کر سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا سماج کا حصہ ہیں۔ جن کے تحت لوگ ایک دوسرے کے ساتھ سماجی رابطے میں رہتے ہیں۔ دور جدید کی ٹیکنالوجیز سے سوشل میڈیا کے ذریعہ آپسی رابطہ پر تاثیر ہے۔

---

[43] مسلم سجاد، اسلامی ریاست میں نظام تعلیم، ص۷۳

Muslim Sajjad , Islami Riyasat me Nizam Taleem ,
Muslim Sajjad , Islami Riyasat me Nizam Taleem , Pg 73

[44] مہدی حسن، ابلاغ عام، مکتبہ کاروان لاہور۔ 1974، ص88

Mehdi Hassan, Ablagh Aam , Muktaba Karwan Lahore 1974 A.H , Pg 88

[45] مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور۔ 1990ء، ص71

Mudodi , Abu Alla , Islamic Publications Limited , Lahore 1990 A.H, Pg 71

[46] اعتصامی، محمد قیوم، روزنامہ نوائے وقت میگزین، 1987ء، ص9

Aitsami , Muhammad Quayom , Roznama Nawae waqt Magzine 1987 A.H , Pg 9

ذرائع ابلاغ میں سب زیادہ استعمال سوشل میڈیا کا ہو رہا ہے۔ اس حوالہ سے صفات عالم محمد زبیر تمیمی سوشل میڈیا کے استعمال کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں: ”دعوت کے فروغ کے لیے سوشل میڈیا کے استعمال کو غیر متوقع سمجھا جانا چاہیے تھا۔ شرکاء خیر کا مقابلہ کریں اور اسے نیکی اور دعوت کی ترویج میں استعمال کریں۔ انسان کی تحریر و تقریر، حرکات و سکنات فکر و نظر کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اچھی صحبتیں اچھائی کی پہچان اور بری صحبتیں برائی کی پہچان ہوتی ہیں “۔[47]

یوں تو سوشل میڈیا دونوں طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا مثبت استعمال غلط استعمال سے بچاتا ہے اور منفی استعمال بہت سی برائیوں کا سبب بنتا ہے۔ اس حوالہ سے سید عابد سوشل میڈیا کو صحیح استعمال کرنے پر اپنی رائے کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ: سوشل میڈیا سے مراد انٹرنیٹ بلا گز، نیٹ ورکنگ، ویب سائٹس، موبائل کے مسیجز اور کئی دوسرے ذرائع ہیں۔ خبروں اور اطلاعات کو ان کے ذریعہ ہی فروغ دیا جاتا ہے۔ دور جدید میں اس کی ضرورت بہت اہم ہے۔ اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا“۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ سوشل میڈیا کی سائٹس جیسے فیس بک، ٹویٹر، مائی اسپیس، گوگل پلس اور اس طرح کے کئی ایسے ذرائع جڑے ہوئے ہیں۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی نسبت سوشل میڈیا تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔ سوشل میڈیا کا استعمال پاکستان میں دو کروڑ چار لاکھ اکیس ہزار لوگ انٹرنیٹ کے ذریعے سوشل میڈیا کا استعمال کر رہے ہیں۔[48]

دعوت دین کے لیے تمام ذرائع کا استعمال

سوشل میڈیا کے وہ ذرائع جو دعوت دین میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان کے صحیح استعمال سے معاشرہ بہتری کی طرف ترقی کر سکتا ہے۔ اس حوالہ سے امیر محمد حسین محنتی جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے دعوت دین کے لیے ان ابلاغ کے استعمال پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: ”دین کی دعوت کو پھیلانے کے لیے الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا سمیت تمام ذرائع کو استعمال کرنا ہماری اولین ضرورت ہے۔ نبی اکرم ﷺ اپنے کردار و عمل سے دین کی دعوت دیتے تھے۔ میڈیا ہی وہ قوت ہے جو دین کی دعوت اور اصلاح کو معاشرہ کے لیے عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ آج نت نئے ابلاغی ذرائع پوری دنیا میں گلوبل ویلیج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے ہونے والے سینکڑوں واقعات ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچ جاتے ہیں“۔[49]

احترام انسانیت کی دعوت

اسلامی معاشرے کے لیے سرچشمہ ہدایت و رہنمائی قرآن و حدیث ہیں، ذرائع ابلاغ کی پالیسی انہی تعلیمات کی روشنی میں مرتب ہو گی۔ چونکہ اسلام انسانیت کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ اسی لیے اسلام کے نظریہ ابلاغ میں انسانیت کی عزت و تکریم کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور بندوں کے حقوق کو بلند مقام دیا گیا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی غیبت کرنے سے گریز کریں اور ایک دوسرے کی جاسوسی، شک اور تجسس سے پرہیز کریں۔ جھوٹی خبریں نہ پھیلائیں، اپنے خیالات کے اظہار میں نرمی اور شائستگی سے گریز نہ کریں۔ پاک صاف عورتوں پر تہمت لگانے والوں کو بدترین عذاب کی خبر سنائی گئی ہے۔ پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ، "اسلامی فلسفہ ابلاغ میں سب سے زیادہ اہمیت انسان کی مقصد تخلیق کو حاصل ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے اور اسے خدا نے سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے“۔ پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ ”اسلامی فلسفہ ابلاغ میں سب سے زیادہ اہمیت انسان کے مقصد

---

[47] صباح نامہ، کویت، سوشل میڈیا کا استعمال خیر کے فروغ میں کردار، www.misbahmagazine.com/archieves/5044, March 19, 2016
Sabah Nama , Quwait Social Media ka Istimal Kher k Farogh me kirdar , Pg 19

[48] سعید محمد عابد، سوشل میڈیا کا مثبت استعمال، اردو محفل فورم، دسمبر ۲۰۱۱ء
Sayed Muhammad Abid,Social Media ka Masbat Istimal,Urdu Mehfil Forum , Dec 2011A.H

[49] محنتی، محمد حسین امیر، دعوت دین کے ابلاغ کے لئے تمام ذرائع کا استعمال ضروری ہے، جماعت اسلامی پاکستان، ۲۱ مارچ ۲۰۱۳ء
Mehanti Muhammad Hussain Ameer,Dawate Deen k Ablagh,Jamaet Islami Pakistan 21 March 2013 A.H

کی تخلیق کو حاصل ہے۔ انسان اشرف المخلوقات کے درجہ پر فائز ہے اور اسے خدا نے سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے“۔

اسلامی ریاست کے ذرائع ابلاغ انسان کو نفس و آفاق میں نظر آنے والی واضح نشانیاں غور و خوض کی دعوت دیتے ہیں تا کہ بنی نوح انسان اپنے خالق حقیقی کو پہچانے اور سراسر تعمیری انداز فکر اپنا کر پوری نسل انسانیت کے لئے خیر و فلاح کا ذریعہ بن جائے۔

نظام تعلیم کی خامیاں

پاکستان کے مروجہ نظام ہائے تربیت کی خامیاں بھی ایسے مسائل ہیں جو نسل نو کی تربیت میں رکاوٹ کا سبب ہیں۔ پاکستانی نظام کی چند نمایاں خامیاں درج ذیل ہیں۔

1۔ معیار تعلیم

پاکستان میں تعلیم کا معیار روز بروز تنزلی کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ ایسا نظام تعلیم ہے جو چند معلومات فراہم کر دینے اور چند ہنر سکھا دینے تک محدود ہے۔ اس نظام میں افراد و اجتماع کی تربیت کا پروگرام ہی سرے سے مفقود نظر آتا ہے۔ یہی وجہ کہ معاشرے میں پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ افراد جرائم اور معاشرتی بیماریوں میں ملوث نظر آتے ہیں۔ ایک اچھا ڈاکٹر، اچھا انجینئر، اچھا پروفیسر اور اسی طرح زندگی کے تمام شعبوں کے حاملین اسی وقت اچھے سمجھے جائیں گے جب وہ اخلاق و کردار کے کم از کم معیار پر پورا اترتے ہوں۔ یہ تعلیمی اداروں کا کام ہے کہ جہاں انہیں معلومات اور ہنر فراہم کیا جا رہا ہے وہاں انہیں اعلیٰ ہائے تعلیم و تربیت کے معیار کو بھی بہتر کیا جا سکتا ہے اور معاشرے کو بھی برائیوں کی دلدل سے نکالا جا سکتا ہے۔ مسلم سجاد اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں، اسلامی نظام تعلیم کار پردازوں کو مسلسل اس کی فکر کرنا چاہیے کہ تعلیمی معیار قائم رہیں اور بہتر ہوں۔ اگر پورا ڈھانچہ کھڑا کر دیا جائے، وسائل بھی فراہم کر دیئے جائیں، کتابیں بھی مہیا ہوں، اساتذہ بھی موجود ہوں، سہولتیں بھی فراہم ہوں لیکن زیر تعلیم طلبہ کردار اور قابلیت کے لحاظ سے خام ہوں تو سوچنا چاہیے کہ ناکامی کی وجہ کیا ہے اور خامی نظام کے اندر ہے تو اسے دور کرنا چاہیے۔ صحیح معنوں میں اسلامی نظام تعلیم اسے ہی کہا جا سکے گا جہاں تعلیمی معیار بہتر ہوں اور مسلسل بہتر ہوتے جائیں“۔[50]

2۔ طبقاتی نظام تعلیم

پاکستان کا تعلیمی و تربیتی نظام مختلف طبقوں میں بٹا ہوا ہے جس کی وجہ سے قومی یک جہتی اور ہم آہنگی کے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ پاکستان میں جس طرح عمومی طور پر طبقاتی نظام موجود ہے۔ مثلاً امراء، متوسط اور غریب طبقہ اس کی جھلک ہمارے تعلیمی اداروں میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو بہت سے دیگر مسائل کا باعث ہے۔ پروفیسر مقصود الحسن بخاری پاکستان کے طبقاتی نظام تعلیم کے بارے میں ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں” پاکستان میں تعلیمی اداروں کی عدم یکسانیت کی وجہ سے تعلیمی ادارے بھی مختلف ہیں۔ یہاں پر چار قسم کے ادارے پائے جاتے ہیں: ۱۔ پبلک سکول۔ ۲۔ انگریزی سکول۔ ۳۔ ٹاٹوں والے سکول۔ ۴۔ مذہبی سکول یا دینی مدرسے، اس عدم یکسانیت سے ہم نے چار مختلف طبقات کی بنیاد ابتداء ہی سے رکھ دی۔ ہر طبقے کے مخصوص مفادات ہیں اور سوچ میں بھی فرق پڑ چکا ہے۔ اس طرح چار گروہوں پر تقسیم کی وجہ سے نفرت کی فضا غیر شعوری طور پر پرائمری درجہ ہی سے ابھرنا شروع ہوئی۔ سب بچے ایک جیسی ذہانت رکھتے ہیں۔ آخر کون سی وجہ ہے جس میں توازن برقرار نہیں ہے جس کے نتیجے میں طبقات پیدا ہو رہے ہیں۔ انگریزی نواز طبقہ آگے نکل جاتا ہے۔ ٹاٹ والے پیچھے اور دینی مدرسہ والا تو بہت ہی پیچھے رہ جاتا ہے“۔[51]

---

[50] مسلم سجاد، اسلامی ریاست میں نظام تعلیم، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص۱۵۶

Muslim Sajjad , Islami Riyasat me Nizam taleem , Institute of policy studies Islamabad 1992 A.H Pg 156

[51] بخاری، مقصود الحسن، ہمارے تعلیمی مسائل، فرنٹیئر پوسٹ پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۳ء، ص۴۰

Bukhari Maqsood Ul Hassan , Humare taleemi masael, Frontier post publications Lahore 1993 A.H, Pg 40

ڈاکٹر عبدالرشید ارشد طبقاتی تعلیم کو ختم کرنے کی ایک قابل عمل تجویز ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ ’’چونکہ بعض علاقوں میں امیر لوگ زیادہ تعداد میں رہتے ہیں اور بعض میں کم اور امارت و غربت میں تمام علاقے (تحصیلیں) یکساں نہیں ہیں اور امیر علاقے زیادہ مالیات فراہم کر سکتے ہیں۔ جبکہ غریب علاقے اتنے مالیات فراہم نہیں کر سکتے۔ اس لیے صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہونی چاہیے کہ وہ غریب علاقوں کو اتنی رقوم فراہم کرے کہ ان کا مالیاتی اہتمام امیر علاقوں کی برابر سطح پر پہنچ جائے۔[52]

اس طرح سے یکساں تعلیم کی فراہمی کا بندوبست ہو جائے تو قومی یکجہتی پیدا کی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم نے تمام انسانیت کو یکساں قرار دیا ہے، اس لیے ان کو یکساں تعلیم کے مواقع ملنے چاہیں تاکہ ہر ایک اپنی صلاحیت کے مطابق قومی ترقی میں حصہ دار بن سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا۔[53] ’’**انسانو! اس** پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور اس کا جوڑا بھی اسی کی جنس سے پیدا کیا ہے اور پھر دونوں سے بکثرت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے ہیں اور اس خدا سے بھی ڈرو جس کے ذریعہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کی بے تعلقی سے بھی۔ اللہ تم سب کے اعمال کا نگراں ہے‘‘۔

3۔ مخلوط نظام تربیت

موجود نظام تعلیم میں مخلوط تعلیم کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے۔ مخلوط تعلیم قرآنی تعلیمات کے منافی ہے نیز اس تعلیم کی وجہ سے پاکستان کا عمومی ماحول پراگندہ ہو رہا ہے۔ مرد و عورت کے بے جا اختلاط کی وجہ سے بہت سے خاندانی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ نیز مرد و عورت کو ایک جیسا نصاب پڑھانا اور ان کی تربیت کے ایک ہی طرح کے پیمانے متعین کرنا غیر فطری عمل ہے۔ مسلم سجاد لکھتے ہیں: نصاب اور ماحول کی آمیزش کے نتیجے میں معاشرتی و اخلاقی بگاڑ نے نہ صرف مغربی نظام کو کھوکھلا کیا بلکہ اس کی وجہ سے اسلامی ملکوں میں اخلاقی تنزلی میں اضافہ ہوا، اساتذہ کی عزت و تکریم کا خاتمہ ہوا، مذہبی اور ثقافتی اقدار کو مٹانے کی رفتار بڑھا دی گئی ہے‘‘۔[54]

سید مودودی عورتوں کے لیے الگ نصاب کی ضرورت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں۔ ’’خواتین کی تعلیم میں اس بات کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ ان کی اصل اور فطری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ زرعی فارموں، کارخانوں اور دفتروں کو چلانے کے بجائے گھر چلائیں اور انسان سازی کریں۔ ان کے اندر ایسی قوم کو وجود میں لانے کی صلاحیت پیدا کی جائے جو اس فطری نظام کو دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ جو خود رب کائنات نے بنی آدم کے لیے مقرر فرمایا ہے۔‘‘[55]

سید مودودی ایک اور جگہ پر مرد و عورت کی الگ تعلیم کے بارے میں ان الفاظ میں اظہار خیال کرتے ہیں ’’اسلامی نظام معاشرت اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ معاشرتی ماحول کو ہر ممکن حد تک حسی محرکات و جذبات سے پاک رکھا جائے تاکہ انسان کی جسمانی اور ذہنی قوتوں کو تقویت ملے۔ وہ پاکیزہ اور پر امن ماحول میں اپنی محفوظ اور مربوط قوت سے تہذیب کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرے۔ اس کے لیے ضروری یہی ہے کہ مرد و عورت کا دائرہ عمل الگ الگ ہو۔ دونوں کی ذہنی و جسمانی اور فطری استعداد کے مطابق ان کو الگ الگ تہذیب خدمات سپرد کی جائیں۔ ان کے تعلقات کی جماعت اس طرح بنائی جائے کہ وہ

---

[52] ارشد، عبدالرشید، گم گشتہ منزل کا سراغ، ادارہ تعلیمی تحقیق لاہور، اگست ۱۹۹۵ء، ص ۲۳۳
Arshad Abdul Rasheed ,Gum Ghusta Munazil ka Suragh , Idhara Taleemi Tahqiq Lahore , August 1995 A.H , Pg 233

[53] القرآن 4 : 1
Al-Quran 4 : 1

[54] مسلم سجاد، اسلامی ریاست میں نظام تعلیم، ص ۷۸
Muslim Sajjad , Islami Riyasat me Nizam Taleem , Pg 78

[55] مودودی، ابوالاعلیٰ، تعلیمات، ص ۲۱۳
Mododi , Abu , Alla , Taleemat , Pg 213

جائز حدوں کے اندر رہ کر ایک دوسرے کی مدد کریں۔ حد سے بڑھ کر ایک دوسرے کے کاموں میں خلل پیدا نہ کریں۔ دونوں کو پورے پورے حقوق حاصل ہوں اور ترقی کے بہتر مواقع فراہم کیے جائیں۔ مگر ان میں سے کوئی بھی ان حدوں سے آگے نہ بڑھے جو معاشرے میں ان کے لیے مقرر کی گئی ہیں“۔ [56]

4۔ نظریات تربیت کا فقدان

پاکستانی تعلیمی اداروں میں مقررہ نصاب نظریاتی تربیت سے عاری ہے۔ حالانکہ یہ بہت ضروری ہے کہ نئی نسل اس نظریے سے بخوبی آگاہ ہو جس کی بنیاد پر مملکت کا وجود عمل میں لایا گیا۔ اگر کہیں اس طرح کوئی نظام تعلیم موجود بھی ہے تو اس طرف خاص توجہ نہیں کی جاتی جتنی کہ کسی نظریاتی مملکت میں اس کا حق بنتا ہے۔ یہ صورتحال عمومی اور پیشہ ورانہ دونوں طرح کی تربیت میں موجود ہے۔ پروفیسر عثمان صاحب اس صورتحال کو یوں ظاہر کرتے ہیں کہ ”اس ضمن میں دو سوالات بڑے اہم ہیں۔ کیا نظریہ پاکستان سے آگاہی اور وابستگی استاد تربیت کا ایک لازمی اور اہم حصہ ہونا چاہیے؟ دوسرے کیا اس مضمون کو زیادہ جگہ دینے سے دوسرے ضروری مضامین کی تدریس پر توجہ اور وقت کم تو نہیں ہو جائے گا؟ میری نجی رائے یہی ہے کہ ہمارے ملک میں پہلے سوال کے جواب میں دو رائیں ممکن نہیں ہیں۔ کوئی بھی ہوش مند اور محبت وطن پاکستانی یہ نہیں کہے گا کہ نظریہ پاکستان کو ہمارے نظام تعلیم میں اتنی اہمیت نہ دی جائے جتنی اہمیت روس، چین، امریکہ اور برطانیہ کے نظام ہائے تعلیم و تربیت میں ان کے اپنے نظریہ حیات کو دی جاتی ہے۔ نظریہ حیات کی تعلیم دراصل انسان کے اندر ایک خلوص، ایک جذبہ عمل، ایک ولولہ پیہم، ایک ہمہ گیر جہتی پیدا کرتا ہے جو دوسرے علوم کی تدریس سے بالعموم پیدا نہیں ہو سکتا۔ [57]

اخلاقی تربیت کا فقدان بھی اسی وجہ سے ہے کہ نصاب میں نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام کی بھرپور تعلیم و تربیت کا اہتمام موجود نہیں ہے۔ پروفیسر محمد سلیم اخلاقی تربیت کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ”اسلام کے نزدیک تعلیم کا مقصود ہی اخلاقی تربیت ہے۔ اخلاق کی تربیت تعلیم کا لازمی حصہ رہی ہے اس سے افراد کے کردار کو پختگی اور معاشرہ کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ جدید تعلیم کے معماروں کے یہاں یہ بات کیسے مطلوب ہو سکتی ہے اس لیے انہوں نے جدید تعلیم کے نصاب میں اخلاقی تعلیم کے لیے بھی کوئی جگہ نہیں رکھی۔ یوں بھی اخلاق کی پرشکوہ عمارت مذہب کی بنیادوں پر تعمیر ہوتی ہے۔ جب مذہب کو وہاں داخلہ نہ مل سکا تو اخلاق کہاں بار پا سکتا تھا“۔ [58]

پاکستانی نظام تربیت کی یہ بڑی خاصیت ہے کہ یہاں پر انسان کو انسانیت، اخلاق کو سنوارنے، وطن سے محبت اور قرآن و سنت سے تعلق و محبت پیدا کرنے کی بڑی کمی ہے۔

---

[56] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، پردہ، ص ۲۱۹

Mododi Abu Alla , Syed , Parda , Pg 219

[57] محمد عثمان، نئے تعلیمی تقاضے، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۷۸ء، ص ۷۰

Muhammad Usman Nae Taleemi , taqaze, National book , Foundation Islamabad 1978 A.H , Pg 70

[58] محمد سلیم، سید، مغربی نظام تعلیم تنقید و تبصرہ، ادارہ تعلیمی تحقیق لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۰

Muhammad Saleem Sayed , Maghrbi Nizam Taleem Tanqeed o tabsara Idara Taleemi Tahqiq Lahore 2002 A.H , Pg 20

خلاصہ بحث

کسی بھی قوم وملت کی ترقی کی اساس تعلیم وتربیت کے نظام پر منحصر ہے۔ انسانی شخصیت میں نکھار تعلیم وتربیت سے ہی آتا ہے۔ قرآن وسنت ہماری راہنمائی کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفس کار انبیاء اور منہاج نبوت ہیں اور یہ اصول اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اس لیے عطا فرمائے کہ وہ بندوں تک رب کریم کی ہدایت پہنچائیں تاکہ لوگ ایمان لے آئیں اور اپنی انفرادی واجتماعی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام وتعلیمات کے مطابق بسر کریں کیونکہ اس دنیا میں دو قسم کے گروہ ہیں ایک گروہ انسان کو آزاد وخود مختیار سمجھتا ہے کہ جس طرح چاہے زندگی گزارے۔ جبکہ دوسرا گروہ یہ سمجھتا ہے کہ کائنات کو ایک اللہ نے پیدا کیا۔ لہٰذا ہمیں اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ جس کی بنیاد عقیدہ توحید، آخرت اور رسالت ہے۔ موجودہ نظام تعلیم میں مخلوط تعلیم کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے۔ مخلوط تعلیم قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ نیز اس تعلیم کی وجہ سے پاکستان کا عمومی ماحول پراگندہ ہو رہا ہے۔ مرد وعورت کے بے جا اختلاط کی وجہ سے بہت سے خاندانی مسائل پیدا ہو رہے ہیں نیز مرد وعورت کو ایک جیسا نصاب پڑھانا اور ان کی تربیت کے ایک ہی طرح کے پیمانے متعین کرنا غیر فطری عمل ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)